بسم الله الرحمن الرحيم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين،

وَبَعْدُ:

10-شرح العقيدة الواسطية

العقیدۃ الواسطیۃ شیخ الاسلام ابو العباس احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح ابن عثیمین رحمہ اللہ۔

اور ہم پہنچے تھے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے اس جملے پر"ومن الايمان بالله: الايمان بما وصف به نفسه في كتابه"، اور اس سے اللہ تعالٰی پر ایمان کا جو پہلا جملہ ہے اس سے شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے ابتداء کی ہے اور شرح میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مِن الإيمان بالله" یہ "مِن" کیا ہے؟ مِن تبعیض کے لیے ہے یعنی اللہ تعالٰی پر ایمان میں سے یہ ایمان بھی ہے جیسے ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالٰی جو ہے وہ چار چیزوں کا مجموعہ ہے: (۱) اللہ تعالٰی کے وجود پر ایمان۔ (۲) اللہ تعالٰی کی ربوبیت پر ایمان۔ (۳) اللہ تعالٰی کی الوہیت پر ایمان۔ (۴) اور اللہ تعالٰی کے اسماء وصفات پر ایمان۔

((تو اللہ تعالٰی پر ایمان میں سے ہمارا یہ ایمان بھی ہے کہنے کا مقصد یہ ہے))۔

"الإيمان بما وصف به نفسه في كتابه"((جملہ یہ ہے) اللہ تعالٰی پر ایمان میں سے ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالٰی نے جو اپنا وصف بیان کیا ہے اپنی کتاب میں)۔

اس جملے کے تعلق سے شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، وصف کا ذکر ہے اسم کا ذکر نہیں ہے یہ کیوں نہیں فرمایا"بما سمى به نفسه"یا"سمى به نفسه"اسم کا ذکر کیوں نہیں ہے؟ شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی دو وجوہات ہیں:

1- پہلی وجہ یہ ہے کیونکہ ہر نام جو ہے اس میں صفت ہوتی ہے اور جب صفت فرمایا ہے اس کا مطلب ہے کہ اس میں ہر نام بھی شامل ہے۔

2- اور دوسری بات یہ ہے کہ جو اختلاف ہے اسماء میں اللہ تعالیٰ کے پیارے ناموں میں وہ بہت ضعیف ہے بہت کم ہے یعنی غلاۃ الجہمیۃ نے انکار کیا ہے، باقیوں نے انکار نہیں کیا ہے، معتزلہ نے بھی انکار نہیں کیا ہے (ظاہراً یعنی)، اور باقی جو فرقے ہیں جیسا کہ ماتریدیہ اور أشاعرہ نے بھی انکار نہیں کیا ہے۔ دوسری چیز جس معاملے میں زیادہ اختلاف ہے اسی کی تخصیص کی ہے خصوصی طور پر اور صفت کا ذکر کیا گیا ہے۔

"في كتابه" سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن مجید اور اللہ تعالیٰ اسے کتاب اس لیے بیان فرمایا ہے کیونکہ یہ لوح محفوظ میں مکتوب ہے (یعنی لکھا ہوا ہے) اور وہ جو صحیفے ہیں فرشتوں کے ہاتھوں میں "السفرة الكرام البررة" ان میں بھی لکھا ہوا ہے، اور اسی طریقے سے جو مصاحف اور قرآن مجید جو لوگوں کے ہاتھ میں ہے ان میں بھی یہ لکھا ہوا ہے تو کتاب بمعنی مکتوب ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اس لیے نسبت فرمائی ہے کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے حقیقتاً، ہر حرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اور آگے تفصیل ان شاءاللہ آئے گی یہاں پر شیخ صاحب نے صرف یہ بیان کرنا چاہا ہے کہ کتابہ سے مراد کیا ہے "في كتابه"۔

پھر شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے بڑے پیارے اہم اصول بیان کیے ہیں اہم نکات میں مباحث کا نام دے کر جو حقیقت میں اسماء وصفات کے باب میں اصول سمجھے جاتے ہیں اور خاص قواعد ہیں۔

پہلا مبحث جو ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں:

1- "أن من الإيمان بالله الإيمان بما وصف به نفسه" (اللہ تعالیٰ پر ایمان میں سے یہ ہے کہ ہر اس صفت پر ایمان ہے ہمارا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے وصف بیان فرمایا ہے)۔

اس سے مراد یہ ہے (شیخ صاحب فرماتے ہیں) کہ کوئی بھی ایسی ذات موجودات میں سے نہیں ہے الا یہ کہ اُس ذات کی صفت ہے، یعنی یہ ناممکن ہے وجود کے اعتبار سے کہ کوئی چیز موجود ہے اور اس کی کوئی صفت نہ ہو۔

یعنی صفت کی اہمیت کیا ہے صفت کی بات کیوں ہو رہی ہے؟ ہمارا ایمان ہے اللہ تعالیٰ صفات پر، آگے آئے گا کہ دلیل ہی کافی ہے قرآن اور سنت ہی کافی ہے اس کے لیے لیکن کیونکہ جو مخالفین ہیں جو اعتراض کرنے والے ہیں انکار کرنے والے ہیں اور عقل کو آگے کرنے والے ہیں (یہ بات بھی آگے آئے گی) تو شیخ صاحب نے یہاں پر چند اہم باتیں بیان کی ہیں اگر یہ دیکھا جائے کہ جو موجودات ہیں ہر موجود کے وجود کے لیے اس کی صفت کا ہونا لازمی ہے ورنہ وہ موجود موجود ہی نہیں معدوم ہے (پہلی بات یہ ہے) ہاں یہ کہ ذہن میں آپ کوئی چیز سوچ سکتے ہیں ذہن میں کچھ بھی سوچ لیں آپ لیکن اس کے وجود کے لیے اس کی اُن صفات کا ہونا لازمی ہے جو آپ کے ذہن میں تھیں۔

یعنی مثال کے طور پر کوئی شخص یہ سوچ لے کہ ایک چیز ہے اُس کی ہزار آنکھیں ہیں اور ہر آنکھ کے اندر جو کالا اور سفید رنگ ہے ہزار ہزار ہے، اور اس کے ہزار پاؤں ہیں اور ہر پاؤں میں جو ہے ہزار انگلیاں ہیں، اور ہر انگلی میں ہزار ناخن ہیں، اور اُس میں لاکھوں بال ہیں، ہر بال میں اور لاکھوں بال ہیں۔

اس طریقے سے آپ مفروضے بناتے جائیں ذہن میں لیکن یہ وجود میں سے ایسی چیز موجود ہے؟ کچھ نہیں ہے۔ تو وجود میں ہونے کے لیے اُن صفات کا ہونا لازمی ہے جو اس کے وجود پر دلالت کرے۔

اور اللہ تعالیٰ موجود ہے اور واجب الوجود ہے یعنی باقی تمام موجودات اپنے وجود کے لیے اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے اور اس پر اجماع ہے لوگوں کا، اتفاق ہے۔ انکار کرنے والے بھی یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے۔ اور جب حقیقت یہ ہے پھر اللہ تعالیٰ کے لیے صفات کا ہونا بھی لازمی ہے یعنی عقل بھی اس کا انکار نہیں کرتی۔

2- دوسرا مبحث دوسرا قاعدہ اس باب میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات جو ہیں وہ غیبی اُمور میں سے ہیں اور واجب یہ ہے انسان پر غیبی اُمور کے تعلق سے کہ اُن پر ایمان لایا جائے جس طریقے سے ذکر کیا گیا ہے نصوص میں، اور نصوص کے علاوہ کسی اور دلیل کا ہونا ممکن نہیں ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں "قال الإمام أحمد" (یعنی امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں) "لا یوصف اللہ إلا بما وصف به نفسه أو وصفه به رسوله، لا يتجاوز القرآن والحديث" ((یہ اصل بات ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ کا

وصف نہیں کیا جاتا،الا یہ کہ جو اللہ نے اپنے لیے وصف بیان فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، قرآن اور حدیث سے تجاوز نہیں کیا جاتا)۔

یعنی قرآن اور سنت جو ہے یہ دلیل ہے اور ان دونوں کی جو بات ہے کہ قرآن اور سنت جو قرآن اور حدیث کے نصوص کے سوا کوئی بھی غیبی اُمور کے لیے کوئی اور دلیل نہیں ہے "ویدل لذلك القرآن والعقل" (قرآن اور عقل بھی دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ غیبی اُمور کے لیے دلیل کا ہونا لازمی ہے)۔

قرآن مجید میں سے چند آیات جو دلالت کرتی ہیں اس بات پر، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝٣٣﴾ (الاعراف:33)۔

اور آخری جملہ جو ہے وہ شاہد ہے دلالت کے لیے ﴿وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾۔ بہت سارے محرمات کا ذکر ہے یہاں پر ترتیب کے ساتھ چھوٹے سے لے کر بڑے تک (جو سب سے بڑا ہے) اور سب سے بڑا جرم سمجھا جاتا ہے ﴿وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، بس اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو اس صفت سے وصف کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا وصف نہیں کیا ہے تو حقیقت میں اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو آپ نے جو ہے اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کی ہے جو آپ نہیں جانتے اور یہ "محرم بنص القرآن" حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کے تعلق سے تم نے ایسی بات کی ہے جس کا تمہیں علم نہیں ہے اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کی ذات کے تعلق سے بات کرنا بہت بڑا جرم ہے حرام ہے۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۝٣٦﴾ (الاسراء:36)۔

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ ((یہ بات ہے) جس چیز کا تمہیں علم نہیں ہے اُس کے پیچھے مت لگو(اللہ نے منع فرمادیا ہے))۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، اگر ہم اللہ تعالیٰ کو اُس چیز سے وصف کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو وصف نہیں کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کے تعلق سے بات کی ہے "فوقعنا فیما نہی اللہ عنہ"(اور اس میں واقع ہو جائیں گے جس کا اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے)۔

تو قرآن مجید میں سے یہ دو دلائل ہیں کہ غیبی اُمور کے لیے دلیل کا ہونا لازمی ہے ورنہ بغیر علم کے بات ہے اور بغیر علم کے ویسے ہی بات کرنا جو ہے جرم سمجھا جاتا ہے عیب ہے اور نقص ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے تعلق سے تو اور بھی بڑا جرم ہے، اصل بات یہ ہے۔

عقلی دلیل دیکھیں شیخ صاحب فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی صفات کا تعلق جو ہے کس چیز سے ہے؟ غیبی اُمور میں سے ہے۔ (یعنی اگر اللہ تعالیٰ ہمیں یہ نہ فرماتا کہ وہ سمیع علیم ہے، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اللہ تعالیٰ کی دو آنکھیں ہیں تو ہمیں کہاں سے پتہ چلتا۔ کیونکہ غیبی امور میں سے ہیں اور تو کوئی راستہ نہیں ہے نا)۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفت غیبی اُمور میں سے اور غیبی اُمور کا ادراک عقل کر نہیں سکتی تو اس وقت ہم اللہ تعالیٰ کو صرف اُن صفات سے وصف کریں گے جن کا اللہ نے ذکر فرمایا ہے، اور نہیں اُن صفات کو وصف کریں گے جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے وصف نہیں کیا ہے اور ہم صفات کی کیفیت بیان نہیں کریں گے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے عقلاً۔

اس کی ایک مثال دیکھیں ایک بڑی پیاری مثال شیخ صاحب دیتے ہیں جنت کے تعلق سے، جنت کا نعیم جس کا ذکر کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور حدیث میں بھی آیا ہے:

"جب کہ جنت کا نعیم مخلوق ہے جنت میں پھل ہے نخل ہے، رمان ہے، سرر ہیں، اکواب ہیں، حور ہیں، وغیرہ وغیرہ مختلف چیزوں کا ذکر ہے قرآن مجید میں جنت کے نعیم کے تعلق سے ہم ان چیزوں کی حقیقت کا ادراک کر سکتے ہیں حقیقت کیا ہے؟ کبھی نہیں کر سکتے۔ اگر ہمیں کوئی کہے یہ کیسے ہیں ذرا وصف بتائیں؟ یعنی کھجور ہے جنت کے پھلوں میں سے یا انار ہے کیسا انار ہو گا یہ پھل کیسا ہو گا؟ ہم وصف نہیں کر سکتے"۔

وجہ کیا ہے؟اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّآ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ﴾(السجدۃ:17)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ﴾(کوئی نفس نہیں جانتی)﴿مَّآ اُخۡفِیَ لَهُمۡ﴾(کیا اُن کے لیے چھپایا گیا ہے)﴿قُرَّةِ اَعۡیُنٍ﴾(آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے)﴿جَزَآءً﴾(یہ بدلہ ہے اُن کا)﴿بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ﴾(جو وہ عمل کیا کرتے تھے)۔

ہم جانتے ہیں؟ یہ تو جانتے ہیں نا کہ پھل بھی ہیں، حور بھی ہے اور دیگر نعمتیں بھی ہیں کہ نہیں جانتے؟ تو یہاں تو فرمایا ہے کہ ہم نہیں جانتے﴿فَلَا تَعۡلَمُ﴾؟ہم نام بھی جانتے ہیں اس کا معنی بھی جانتے ہیں کیا ہے۔اب انار کا کیا معنی ہے نہیں جانتے انار کا کیا معنی ہے؟(سبحان اللہ) معنی بھی جانتے ہیں۔ حقیقت کیا ہے؟ حقیقت نہیں جانتے ہم۔

اور حدیث میں کیا ہے حدیث قدسی میں؟ متفق علیہ حدیث حدیث قدسی میں (اللہ تعالیٰ کا ارشاد حدیث قدسی میں) ''أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ''(میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے تیار کر رکھا ہے)۔کیا چیز؟ ''مَا لاَ عَيْنَ رَأَتْ''(وہ کسی آنکھ نے نہ دیکھا)''وَلاَ أُذُنَ سَمِعَتْ''(اور نہ کسی کان نے سنا)''وَلاَ خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ''(نہ کسی بشر کے دل میں کوئی اس کی سوچ بھی آئی ہے)۔

((یہ خطرات جیسے پیدا ہوتے ہیں نا کوئی سوچ آتی ہے خطرات پیدا ہوتے ہیں کہ اچھا ایسے تو ہو سکتا ہے ویسے تو ہو سکتا ہے، سوال نہیں پیدا ہوتا))۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اگر یہ معاملہ مخلوق کے تعلق سے ہے جس کا وصف کیا گیا ہے اور معنی بھی ہم جانتے ہیں لیکن حقیقت نہیں جانتے تو پھر خالق کیا کہنا (جلّ شانہ)۔کوئی کہہ سکتا ہے کہ اللہ کی صفات ایسی ہیں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ایسا ہے اللہ تعالیٰ کی آنکھ ایسی ہے؟ اللہ تعالیٰ کا "سمع" سنتا کیسے ہے اللہ تعالیٰ دیکھتا کیسے ہے کوئی کہہ سکتا ہے جبکہ معنی معروف ہیں کہ نہیں؟ ہاتھ کسے کہتے ہیں آنکھ کسے کہتے ہیں سمع اور بصر کا کیا معنی ہے نہیں جانتے ہم؟!

تو معنی کو جاننا الگ بات ہے اس کی حقیقت اور کُنھ تک پہنچنا اور جاننا الگ بات ہے اور دونوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ جنت کی مثال سامنے آگئی ہے دیکھیں، ہمارا ایمان ہے کہ جنت میں یہ سب نعیم موجود ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، معنی بھی جانتے ہیں لیکن حقیقت کیا ہوگی کوئی بھی انسان یہ نہیں بتا سکتا کہ یہ حقیقت ہے اور ایسے ہوگی۔ بلکہ اللہ نے کیا فرمایا ہے سورۃ البقرۃ میں؟ کہ پھل جو ہیں آپ کھائیں گے اگلی دفعہ اس کا ٹیسٹ(Taste)ہی اور ہوگا ٹیسٹ ایک نہیں رہے گا۔

اب ہمارا ٹیسٹ(Taste)تو ایک ہی ہے سیب تو سیب ہی ہے پوری دنیا میں، تھوڑا سا فلیور(Flavour)میں فرق ہو سکتا ہے سیب تو سیب ہی ہوتا ہے نا یہ نہیں کہ آپ کھائیں گے سیب اور فلیور(Flavour)اس کا مالٹے کا آئے گا کبھی یا آم کا آئے گا ہو سکتا ہے کبھی؟! سیب تو سیب ہی ہوتا ہے۔ لیکن جنت میں ایسا نہیں ہے، آپ جب بھی سیب کھائیں گے جب بھی پھل کھائیں گے ٹیسٹ(Taste)اور ہوگا اس کا، ایک جیسا ہوگا نہیں۔

تو اس کی حقیقت ہم جانتے نہیں ہیں معنی جانتے ہیں، اگر معنی بھی نہ جانتے ہوتے تو پھر خالی باتیں ہو گئیں نا پھر بچتا کیا ہے پھر حقیقت تو نہ ہوئی نا!

اور اگر معنی بھی نہیں جانتے یعنی ﴿الٓمٓ﴾ (البقرۃ:1)، جیسے منکرین کہتے ہیں معطلۃ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جو اسماء ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اللہ نے بیان فرمائی ہیں ان کا معنی کوئی نہیں ہے نہ ان کی حقیقت ہے، اگر ہم مانتے ہیں تو پھر مشابہت ہوتی ہے مخلوق سے اس لیے ہم نے انکار ہی کرنا ہے۔

اُن کو اللہ نے تو بیان فرمایا ہے پھر کیا کہیں کیا کریں گے ہم؟ کہتے ہیں اُس کا طریقہ ہے طریقہ یہ ہے کہ آپ یہ سمجھیں جیسے اللہ نے فرمایا ہے ﴿الٓمٓ﴾ کیا معنی ہے؟ کوئی معنی نہیں، تو یہ ویسے ہی ہے کیا فرق ہے؟! وہ بھی اللہ کا پاک کلام ہے ﴿الٓمٓ﴾، یہ بھی اللہ کا پاک کلام ہے ﴿السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (الشوریٰ:11)، ﴿السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (الشوریٰ:11)، ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ (الفاتحہ:2) بس وہی سمجھ لیں آپ۔ یا دوسرا طریقہ اگر یہ نہیں سمجھ آتا آپ کے تاویل کا طریقہ ہے تاویل کر لو۔ ((ماننا نہیں ہے! (سبحان اللہ)))۔

پھر شیخ صاحب اور مثال دیتے ہیں (جنت تو چلو جب اللہ کرم کرے گا محض اپنے فضل و کرم سے اللہ تعالیٰ سے ہم سب دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت میں داخل کردے)، جو انسان کے سب سے قریب ترین چیز ہے اور ہر انسان کے اندر ہے اور اس کے بغیر انسان رہ ہی نہیں سکتا ہے جی نہیں سکتا کیا چیز ہے ؟ روح (انسان کی روح)۔

حقیقت جانتے ہیں اس روح کی کیا ہے ؟ روح جانتے ہیں کیا ہے، معنی بھی جانتے ہیں کیا ہے، اپنی آنکھوں سے بھی دیکھتے ہیں کہ ہر زندہ چیز میں روح ہے، انسان خود جانتا ہے کہ وہ زندہ ہے کیونکہ اس کے اندر روح ہے بغیر روح کے وہ زندہ ہو نہیں سکتا، اور روح ایک چیز ہے (ایک چیز ہے روح جو ہے) کوئی خیالی چیز نہیں ہے یعنی موجود ایک چیز ہے جس کے کھونے سے زندگی چلی جاتی ہے۔

اور حدیث میں آیا ہے، جب انسان مر جاتا ہے تو آنکھ جو ہے روح کے تابع ہو جاتی ہے روح کو دیکھتے دیکھتے آنکھ بھی کھلی رہتی ہے (یعنی انسان جب مرتا ہے تو آنکھیں کھلی ہوتی ہیں اوپر کی طرف کیونکہ روح اس طرف جاتی ہے اور انسان دیکھتا ہے روح کو اس وقت لیکن دنیا سے جاچکا ہوتا ہے ختم ہو چکا ہوتا ہے) اس لیے پھر آنکھیں بند کرنی ہوتی ہیں۔

یہ روح جو ہمارے اندر ہے اس کے بارے میں ہم اس کی حقیقت کو آج تک نہیں جانتے نہ کوئی جانتا ہے ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ﴾(الاسراء:85)((بات ہی ختم ہوگئی) اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں اُن کو کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کا اُمر ہے)۔

حقیقت کیا ہے ؟ میڈیکل سائنس (Medical science) کتنی کر چکی ہے پوچھیں روح کیا ہے ؟ آج تک نہیں پتہ۔ یہ یقین ہے کہ نکلنے سے جسم مر جاتا ہے لیکن ہے کیا چیز آج تک پتہ نہیں ہے (سبحان اللہ)۔

یہ روح ہمارے اندر ہے لیکن روح کی حقیقت ہم جان نہیں سکتے معنی جانتے ہیں کہ نہیں یا کوئی یہ بھی کہے گا کہ معنی نہیں جانتا کیا ہے ؟! اگر روح کا معنی نہیں جانتا پھر اس کا مطلب یہ ہے اپنا جا کر دماغ کا علاج کرواؤ۔ (نہیں! پاگل خانے میں جاؤ اس کو بھرتی کرواس کو پتہ ہی نہیں روح کہتے کسے ہیں!)۔ کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ روح نہیں جانتا معنی کیا ہے روح کا؟! نہیں کہہ سکتا۔ تو یہ جرأت کیسے کی جاسکتی ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ الرحمٰن الرحیم کا کیا معنی ہے ؟!"الرحمن، الرحيم، الملك، القدوس، السلام، المؤمن، المهيمن، العزيز، الجبار، المتكبر"۔ کہتے ہیں پتہ نہیں کیا معنی ہے ؟! روح کا کیا معنی ہے جانتا ہوں۔ اچھا دیکھی ہے یا نہیں دیکھی یقین ہے ؟ یقین تو ہے۔

مطلب یہ ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان جو ہے اللہ تعالیٰ اُن اسماء وصفات کا انکار کرے جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے دلیل کے طور پر قرآن اور سنت میں اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے؟! بیان کیا ہے قرآن میں اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث میں (صحیح حدیث میں سنت میں) اُس کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے صرف اس شبہے کی وجہ سے کہ تشبیہ لازم آتی ہے! (اس کا جواب بھی آگے آئے گا)۔

اس لیے جب یہ بات غیبی اُمور میں سے ہے تو پھر ایک ہی راستہ بچتا ہے اور وہ ہے قرآن اور حدیث اور ان دونوں میں دلیل ملتی ہے کہ نہیں ملتی؟ آگے کیا راستہ بچتا ہے؟ آمنا وصدقنا، اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

3- تیسرا مبحث اس معاملے میں تیسرا قاعدہ جو ہے "أننا لا نصف الله تعالى بما لم يصف به نفسه" (ہم کبھی اللہ تعالیٰ کی وہ صفت بیان نہیں کریں گے جس کو اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں کیا ہے اپنے لیے)۔

اور اس کی دلیل بھی "السمع والعقل"۔ سمع کسے کہتے ہیں؟ قرآن اور سنت، کیونکہ مسموع ہے۔ "والعقل" (عقلی دلیل ہے)۔ اور سمع کی دلیل دو آیتیں جو گزر چکی ہیں سورہ الاعراف آیت نمبر 33، اور سورۃ الاسراء آیت نمبر 36، اس میں بھی یہی دلالت ہے۔ عقل کی دلیل شیخ صاحب فرماتے ہیں اُمر غیبی ہے اور اس کا ادراک عقل سے نہیں کیا جاتا، اور اس کی انہوں نے دو مثالیں دی ہیں ایک جنت کی مثال اور ایک روح کی مثال (یعنی یاد کرنا آسان ہے ورنہ دلائل تو اور بھی ہیں)۔

4- چوتھا مبحث چوتھی بات جو ہے، یا چوتھا قاعدہ "وجوب إجراء النصوص الواردة في الكتاب والسنة على ظاهرها، لا نتعداها"۔

اس سے پہلے قاعدے میں ہم کہاں تک پہنچے ہیں؟ کہ نصوص کا ہونا لازمی ہے۔ اچھا ان نصوص پر ایمان کیسے لایا جاتا ہے اسماء وصفات کے باب میں بڑی پیاری ترتیب ہے۔ ان نصوص کو اگر دیکھیں یاد کریں فنگر ٹپس (fingertips) پر آپ یاد کر سکتے ہیں۔

یہ نصوص جو ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور خصوصی طور پر صفات کا ذکر ہے کیونکہ اسماء اس میں شامل ہیں کہ ان نصوص کو جو کتاب اور سنت میں ہیں ان کے ظاہر پر ان کا اجراء کریں گے اور یہ واجب ہے، اُن سے آگے نہیں بڑھیں گے ہم۔

اس جملے سے کیا مراد ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں، اس کی مثال یہ ہے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت میں سے اللہ تعالیٰ کی آنکھ ہے کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آنکھ سے مراد حقیقی آنکھ نہیں ہے؟ اگر ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی آنکھ سے مراد حقیقی آنکھ نہیں ہے تو حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کا وہ وصف نہیں کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان فرمایا ہے اور اس پہلے جملے کا جو پہلا قاعدہ ہے اس کا انکار کر دیا ہے۔

((پہلا قاعدہ کیا تھا؟ ہمارا ایمان ہے اللہ تعالیٰ کی ہر صفت پر جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے وصف بیان فرمایا ہے))۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں ﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾ (المائدۃ:64)، اگر ہم یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ہاتھ نہیں ہے حقیقتاً ہاتھ سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فراہم کرتا ہے نازل فرماتا ہے اور عطا فرماتا ہے کیا اس طریقے سے ہم اللہ تعالیٰ کے لیے یہ صفت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بیان فرمائی ہے اسے ثابت کریں گے یا انکار کریں گے؟ انکار ہے یہ۔

تو اس کا مطلب یہ ہے (اس قاعدے کا مطلب یہ ہے) کہ جن صفات کا ذکر ہوا ہے قرآن اور سنت میں اس کے حقیقی معنی پر ہمارا ایمان ہے۔ اس لیے ظاہر سے مراد کیا ہے؟ جو اس کا اصل معنی ہے، یہ نہیں کہیں گے کہ اس کی تاویل کرنی پڑے گی ہمیں اور دور کا معنی لینا پڑے گا، نہیں! ظاہر معنی کیا ہے۔

جب آنکھ کی بات آتی ہے تو آنکھ سے مراد وہ آنکھ جو دیکھتی ہے کیونکہ عین چشمے کو بھی کہتے ہیں، تو چشمے کے لیے اور چیز کا قرین ہونا چاہیے تاکہ اس اصل معنی سے اس کو ہٹا دے۔

وہ اُلٹا چلتے ہیں، پہلے جا کر ڈھونڈتے ہیں کیونکہ ایک تو عقل نہیں مانتی نا اُن کی (مسئلہ یہ ہے) تو اس لیے پھر وہ قرائن ڈھونڈتے ہیں قرائن نہیں ملتے تو کہتے ہیں عقل سب سے بڑا قرینہ ہے عقل نہیں مانتی (سبحان اللہ)۔

﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾ (اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں)۔ نعمتیں دو ہوتی ہیں کیا اللہ کی نعمتیں دو ہیں؟! کتنی ہیں؟ ﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوهَا﴾ (النحل:18)،اُن کو آپ گن ہی نہیں سکتے احصاء نہیں کر سکتے! تو پھر دو سے مراد کیا ہے؟ لاجواب ہو جاتے ہیں۔ کہتے ہیں عقل نہیں مانتی مشابہت لازم آتی ہے پھر ہم کیسے مانیں؟! تو قرینہ یہ ہے کہ مشابہت لازم آتی ہے اس لیے ہم مانتے نہیں ہیں۔

ارے مشابہت تو آپ کی عقل کے اندر ہے نا حقیقت میں تو نہیں ہے! (اس کا جواب آگے آئے گا لیکن بات بیچ میں آگئی ہے)۔ مخلوق کے ہاتھ دیکھ لیں آپ بات ہاتھ کی ہو رہی ہے دو مخلوقات کے ہاتھ ایک جیسے ہیں کیا؟

اور شیخ صاحب آگے بھی یہ مثال دیں گے کہ چیونٹی کا ہاتھ ہے، ہاتھی کا بھی ہاتھ ہے، بندر کا بھی ہاتھ ہے، انسان کا بھی ہاتھ ہے، چاروں ہاتھ سامنے رکھ لیں ایک جیسے ہیں؟ جب مخلوقات میں تفاوت ہو سکتا ہے تو خالق، مخلوق میں کیوں نہیں ہو سکتا؟ جب مشابہت مخلوقات کے اندر ممکن نہیں ہے کہ ہاتھ کا مطلب سب ایک جیسے ہونے چاہیئں تشبیہ لازم آتی ہے یہ مخلوق میں ممکن نہیں ہے تو خالق، مخلوق کے بیچ میں کیسے ممکن ہو گیا ہے؟! عقل سے مار کھائی کہ نہیں؟ مار کھا گئے۔

5-اگلا قاعدہ "المبحث الخامس" (پانچواں) "عموم كلام المؤلف يشمل كل ما وصف الله به نفسه من الصفات الذاتية المعنوية والخبرية والصفات الفعلية" (مصنف نے جب صفات کی بات کی ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی سب صفات شامل ہیں چاہے وہ ذاتی صفات ہوں جو معنوی اور خبری ہیں، اور فعلی صفات ہوں)۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کی قسموں کا بیان یہ دیکھیں آپ مثال کے ساتھ یہ قسمیں بیان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی صفات جو ہیں دو قسم کی ہیں "صفات ذاتیۃ وصفات فعلیۃ"۔

(ہم یہ کلاسفائی (Classify) کر رہے ہیں تاکہ آسانی ہو جائے)۔

صفات ذاتیۃ کی بھی دو قسمیں ہیں "معنویۃ اور خبریۃ"۔

اور صفات فعلیۃ بھی دو قسمیں ہیں، وہ صفات فعلیۃ جن کا تعلق کی مشیئت سے ہے، یا وہ صفات فعلیۃ جن کا سبب معلوم ہے یا جن کا سبب معلوم نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کی دو قسمیں ہیں (بڑی دو قسمیں ہیں) صفات ذاتیۃ اور صفات فعلیۃ، تیسری کریں تو ذاتیۃ فعلیۃ بھی ہے (چلو تین کر لیں میں آگے بتاؤں گا شیخ صاحب نے آخر میں ذکر کیا ہے)۔ تو تین قسمیں ہو گئیں، صرف ذاتیۃ، صرف فعلیۃ اور تیسری ذاتیۃ فعلیۃ۔ جو ذاتیۃ ہے اس کی دو قسمیں ہیں، خبریۃ ہے اور معنویۃ ہے۔

صفات ذاتیۃ خبریۃ، یا صفات ذاتیۃ معنویۃ سے کیا مراد ہے؟ صفات ذاتیۃ سے مراد کیا ہے پہلے؟ یہ وہ صفات ہیں جن سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ متصف ہے (ہمیشہ سے)۔ شیخ صاحب اس بارے میں کہتے ہیں "هي التي لم يزل ولا يزال متصفاً بها" (ہمیشہ سے متصف ہے)۔

معنویۃ کی مثال زندگی "الحیاۃ، علم، قدرت، حکمت" اور ان جیسی اور صفات۔

اور خبری جو ہیں (ذاتی خبری جو صفات ہیں اللہ تعالیٰ کی) جیسا کہ ہاتھ ہیں، چہرہ ہے، آنکھیں ہیں اور ان جیسی دیگر صفات یعنی جن کی دلیل موجود ہے اِن کی نظیر مخلوقات میں جو مختلف حصے ہوتے ہیں جیسے آنکھ ہے، ہاتھ، مخلوق میں تو حصے سمجھے جاتے ہیں نا مختلف، اللہ تعالیٰ کے حصے نہیں ہیں یہ نہیں کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کا بھی حصہ ہے عضو ہے اعضاء ہیں، نہیں! جائز نہیں ہے یہ۔ اس لیے کہتے ہیں یہ کون سی صفت ہے؟ "خبری" خبر سے ہمیں پتہ چلا ہے دلیل آئی تو ہم نے مان لیا ہے۔

خبر کہاں سے ملی ہمیں؟ قرآن اور سنت سے ملی ہے، اگر نہ ملتی تو ہم کبھی جرأت نہ کرتے کبھی نہ کہتے۔

کیا معنی ہے یا اس کی حقیقت بھی ہے؟ یعنی زندگی کی کوئی حقیقت ہے آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں محسوس چیز ہے کوئی؟ نہیں ہے۔ علم، قدرت، حکمت، یہ بھی صفات ہیں کہ نہیں؟ انہیں کہتے ہیں یہ معنوی صفات ہیں۔

خبری صفات کون سی ہیں؟ جیسے چہرہ ہے، ہاتھ ہے (دلیل کا ہونا لازمی ہے اپنی طرف سے نہیں کہیں گے ہم)۔

کوئی شخص یہ پوچھ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ سنتا ہے ہم مانتے ہیں کیا کان بھی ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے کان ہیں دلیل نہیں ہے اس کی اس لیے کوئی کہہ نہیں سکتا (سبحان اللہ)۔

تو جس کی دلیل ہے وہ کہیں گے ہم جس کی دلیل نہیں ہے وہ کبھی ہم اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں بیان کر سکتے۔ تو قاعدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ان صفات سے متصف ہے اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں، چہرہ ہے، دو آنکھیں ہیں، کوئی چیز ایسے

ممکن نہیں ہے کہ کوئی صفت پہلے نہیں موجود تھی جو بعد میں وجود میں آئی ہے، نہیں! اِن صفات سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے متصف ہے۔ زندگی ہے، حکمت ہے، علم ہے، یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ پہلے نہیں جانتا تھا پھر جاننا شروع ہوا۔ نہیں ایسے نہیں!

ہمیشہ سے متصف ہے اس لیے کہتے ہیں صفات کون سی ہیں؟ ذاتی ہے۔ اللہ کی ذات ہمیشہ سے ہے نا، اُزلی ہے ہمیشہ سے ہے نا تو یہ وہ صفات ہیں جو اُزلی ہیں ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ اِن سے متصف ہے۔

صفات فعلیۃ اِن کا تعلق مشیئت سے ہے، جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو ہوتی ہیں ورنہ جب نہیں چاہتا تو نہیں (ذاتیۃ کا تعلق سے ذات سے ہے ہمیشہ سے ہے)، یہ ہمیشہ نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ہوں گی نہیں تو نہیں۔

اور اِن کی دو قسمیں ہیں (۱) سبب معلوم ہے۔ (۲) اور دوسری قسم کا اس کا کوئی سبب معلوم نہیں ہے۔

جو سبب معلوم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا "الرضی"۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا ہونے کا سبب موجود ہے تو اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے سبب نہ ہو تو راضی نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ، اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ کا غصہ بھی ہے۔

اب "رضیٰ"، راضی ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿إِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنكُمْ﴾ (الزمر: 7) (اگر تم کفر کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ تم سے بے پرواہ ہے) ﴿وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾ (اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے کفر پر راضی نہیں ہے) ﴿وَإِن تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾ (اگر شکر کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہوتا ہے)۔ تو جب شکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے کہ نہیں؟

مسواک، حدیث میں کیا آیا ہے؟ "مَرضاةٌ للرَّبِّ" (آپ مسواک کرتے ہیں آپ کے دانتوں کی صفائی ہوتی ہے ربّ راضی ہوتا ہے)۔

اب دو لوگ ہیں ایک مسواک کر رہا ہے ایک مسواک نہیں کر رہا، ایک پر اللہ تعالیٰ راضی ہے اس مسواک کرنے کے سبب سے ، دوسرے پر اس وجہ سے راضی نہیں ہے، کسی اور وجہ سے ہو سکتا ہے، لیکن اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اس سبب کی وجہ سے یعنی رضیٰ، راضی ہونے کی صفت جو ہے اس کا تعلق کس چیز سے ہے؟ سبب سے ہے۔ جب سبب نہیں ہے اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ متصف

نہیں ہے اس صفت سے؟ متصف تو ہے، یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے جب اللہ راضی ہوتا ہے پھر یہ صفت نئی پیدا ہوتی ہے (نعوذ باللہ) پھر اللہ تعالیٰ جو ہے وہ راضی ہوتا ہے پھر چلی جاتی ہے، ختم! ایسا ہوتا ہے کبھی؟! (آگے مثال آئے گی)۔

"کلام کرنا" یہ تیسری قسموں میں سے ذاتی بھی ہے فعلی بھی ہے۔

ایک جو گونگا ہوتا ہے "گونگا" وہ بات کر سکتا ہے؟ اس کے ساتھ ایک خاموش بیٹھا ہے جو بات نہیں کر رہا ہے تو اسے گونگا کہیں گے ہم؟ دونوں میں فرق ہے کہ نہیں؟

جو خاموش ہے وہ کلام کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور صفت بھی رکھتا ہے کہ وہ بات کر سکتا ہے لیکن بات نہیں کرنا چاہتا وہ خاموش ہے کوئی اسے گونگا نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ صفت اس سے سلب نہیں کی گئی وہ صفت اس میں موجود ہے لیکن گونگا جو ہے صفت سلب کر دی گئی ہے (آگے تفصیل آئے گی)۔معطلۃ کے نزدیک (نعوذ باللہ) گونگے والا معاملہ ہے کہ صفت ہی نہیں ہے (استغفر اللہ)۔

آگے دیکھیں اس کی دوسری قسم جو صفات فعلیۃ ہیں جن کا کوئی سبب معلوم نہیں ہے۔اور اس کی مثال جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا نازل ہونا السماء الدنیا پر جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے" ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ" حدیث میں آیا ہے کہ نہیں؟ کوئی سبب ہے اس کا؟ اللہ کی مرضی ہے۔

جیسے مسواک ہم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا نازل ہونا دنیاوی آسمان پر رات کے آخری پہر میں اس کا کیا سبب ہے وہ اللہ بہتر جانتا ہے اللہ کی مرضی ہے لیکن صفت ہے کہ نہیں؟ اللہ کی صفت ہے ہمارا ایمان ہے۔کیوں ہمارا ایمان ہے؟ دلیل ہے (سبحان اللہ)۔

تیسری قسم کی ذاتی اور فعلی صفات جو ہیں دونوں اعتبار سے جیسا کہ صفت الکلام ہے" فعلية باعتبار آحاده"لیکن" باعتبار أصله صفة ذاتية"۔اصل کے اعتبار سے صفت ذاتیۃ ہے لیکن فعل کے اعتبار سے آحاد کے اعتبار سے جب اللہ تعالیٰ کلام کرنا چاہتا ہے مشیئت سے اس کا تعلق ہے کہ نہیں؟ تو فعلیۃ ہو گا۔کیونکہ قاعدہ کیا ہے؟ جس کا تعلق مشیئت سے نہیں ہے وہ ذاتی صفت ہے، جس کا مشیئت سے ہے وہ فعلی ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کا علم مشیئت سے ہے کیا؟ اللہ تعالیٰ کی زندگی، حیاۃ، قدرۃ، حکمت کوئی تعلق ہے مشیئت سے؟ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا مشیئت ہے۔اچھا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ، اللہ تعالیٰ کی آنکھیں، مشیئت سے کوئی تعلق ہے؟ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ناراض ہونا، خوش ہونا یہ ساری کیا چیزیں ہیں؟ "محبت" محبت کرتا ہے کہ نہیں؟ پسند کرتا ہے کہ نہیں اللہ تعالیٰ؟ جب سبب ہوتا ہے تو (سبحان اللہ)۔ تو یہ چیزیں کیا ہیں؟

الرحمٰن اور الرحیم کیا ہے؟ السمیع البصیر کیا ہے؟ "السمع" ذاتیۃ بھی فعلیۃ بھی ہے دونوں ہیں نا۔

"استجابۃ الدعاء" (دعا کا قبول ہونا)۔ ہمیشہ قبول ہوتی ہے کیا؟ لیکن سننا جو ہے وہ اس وقت بھی سننا کہتے ہیں وہ ذاتیۃ ہے وہ ہمیشہ سے ہے۔

تو یہ اعتبارات ہیں، ذاتی ہے فعلی ہے اور ذاتیۃ فعلیۃ۔

اور یہ کہاں سے دلیل لی ہے کہ یہ ذاتی ہے یہ فعلی ہے؟ کیوں کہتے ہیں ہم اس کی دلیل کیا ہے؟ "اصطلح العلماء" (یہ علماء نے آسانی کے لیے بیان کیا ہے ورنہ یہ کافی ہے کہ اللہ کی صفت ہے)۔ یہ تفصیل کیوں بیان کرتے ہیں؟ کیونکہ ان لوگوں نے جب انکار کیا ہے تو سمجھانے کے لیے پتہ تو چلے انکار کس چیز کا تم لوگوں نے کیا ہے! مشابہت کی بات کرتے ہو کبھی، کبھی عقل کو آگے کرتے ہو۔

اگلا قاعدہ اس میں آئے گا کہ عقل کا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے اسماء وصفات کے باب میں اگلا قاعدہ ہے (اگلے درس میں ان شاء اللہ بیان کریں گے) لیکن اس میں بہت سارے دلائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے صفات جو ہیں فعلی صفات بھی ہیں، قرآن مجید میں سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مثال کے طور پر ﴿وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝٢٢﴾ (الفجر:22) (اللہ تعالیٰ کا مجیء اللہ تعالیٰ کا آنا)۔ کیا ہے یہ؟ صفت فعلیۃ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ﴾ (الانعام:158) (کیا یہ اس انتظار میں ہیں کہ ان کی طرف فرشتے آئیں یا تمہارا ربّ آئے)۔ تو "المجيء والإتيان" یہ صفت ہے۔ اس کا تعلق کس چیز سے ہے؟ مشیئت سے ہے۔

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ (المائدۃ:119)، اور کئی آیات میں ہے صحابہ کرام کے تعلق سے اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں گے۔

﴿وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ﴾ (التوبہ:46)۔ ﴿كَرِهَ﴾ (ناپسند کرنا)۔

﴿أَن سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ﴾(المائدۃ:80)۔تو﴿سَخِطَ﴾ بھی۔

یہ سب کیا چیزیں ہیں صفات؟ صفات فعلیۃ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے ان صفات کو ثابت کرنے سے کسی بھی اعتبار سے نقص ہو ہی نہیں سکتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے کمال میں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے "فاعلاً لما يريد"۔

اور یہ قوم جو تحریف کرنے والے ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ)، کہتے ہیں کہ ان صفات کو اللہ کے لیے ثابت کرنے سے نقص پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا (نعوذ باللہ) اس لیے تمام صفات فعلیۃ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ آتا ہے، نہ راضی ہوتا ہے، نہ غصہ کرتا ہے، نہ ناپسند کرتا ہے، نہ محبت کرتا ہے وغیرہ وغیرہ ان سب صفات فعلیۃ کا انکار کرتے ہیں، اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ حادثہ ہیں یعنی ان کا تجدد ہوتا ہے (تجدید ہوتی ہے) اور ایک چیز حادث کے لیے دوسرے حادث کا ہونا لازمی ہے۔

یعنی اس سے تسلسل کی بات وہ کرتے ہیں جو باطل ہے۔ کیوں باطل کیوں ہے ان کی یہ بات یہ دعویٰ؟ کیونکہ "مقابلة النص" (نص کی مخالفت ہے) "وهو باطل بنفسه" (اور حقیقت میں بھی باطل ہے) "فإنه لا يلزم من حدوث الفعل حدوث الفاعل" (لازمی نہیں ہے کہ فعل کی حدوث سے فاعل بھی حدوث ہو جائے)۔

((ناممکن ہے یہ عقل بھی اس کو نہیں مانتی))۔

6-اور اگلا قاعدہ جب عقل کی بات آئی ہے چھٹا قاعدہ جو ہے "المبحث السادس: أن العقل لا مدخل له في باب الأسماء والصفات"۔ یہاں پر وہ کہتے ہیں اگلے درس میں ان شاءاللہ یہیں سے شروع کریں گے (واللہ أعلم)۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (10.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔